پسماندہ طبقوں کے مجاہد: ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر

ڈاکٹر عبدالسّلام صدیقی
N/139B-1، قادری مسجد گلی، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی۔110025

بیسویں صدی ہندوستان کے لیے نئی بیداری سے عبارت ہے۔ اس صدی کے دوران پورے ملک میں ایک نئی بیداری اور سماجی شعور پیدا کرنے میں جن شخصیتوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ان میں ڈاکٹر امبیڈکر کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ان کی زندگی مسلسل جدوجہد سے عبارت تھی۔ انھوں نے تقریر و تحریر اور اپنے کردار و عمل سے دبے کچلے اور ستم زدہ طبقوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ ان میں ایک نئی زندگی پیدا کی اور اپنے حقوق کے لیے لڑنے کا عزم پیدا کیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر کی شخصیت ڈاکٹر اقبال کے اس شعر کی تفسیر تھی:

”ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا“

بھارت رتن سے سرفراز ڈاکٹر امبیڈکر گوناگوں صفات کی حامل شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ میل ملاپ کے لیے اپنی پوری زندگی صرف کر دی۔ سماجی ترقی اور بنی نوع انسان کی بہبود کے لیے وہ ہمیشہ جدوجہد کرتے رہے اور مخالفت و اہانت کے باوجود مساوات اور سوشلزم کے اپنے نصب العین سے کبھی نہیں ہٹے۔

امبیڈکر کی پیدائش مہاراشٹر کے مہو نامی قصبہ میں ۱۴ اپریل ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ ان کی والدہ کا نام بھیما بائی تھا۔ وہ مہار خاندان سے تھے۔ ان کے والد کا نام رام جی سکھ پال تھا، جو فوجی اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کے دادا کا نام مالو جی سکھ پال تھا۔ ان کا تعلق فوج سے تھا اس لیے کہ مہار قبیلے کے لوگ اپنی بہادری اور جواں مردی کے باعث عموماً فوج میں بھرتی کیے جاتے تھے۔ غالب گمان یہ ہے کہ مہاراشٹر کا نام بھی اسی مہار قبیلے کے تعلق سے بعد کو مہاراشٹر ہو گیا۔

امبیڈکر کے والد ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ستارا چلے گئے۔ چنانچہ ۱۹۰۰ء میں ستارا کے ایک مقامی ہائی اسکول کے پہلے درجے سے امبیڈکر جی کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ یہیں امبیڈکر نامی ایک استاد سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انھوں نے امبیڈکر کو اپنے نام کا جز بنا لیا اور اس طرح وہ بھیم راؤ سے بھیم راؤ امبیڈکر ہو گئے۔

یہ وہ دور تھا جب ہندوستان میں خاندانی اونچ نیچ کا تعصب اپنے عروج پر تھا۔ اونچ نیچ کے اس تصور نے چھوا چھوت کو جنم دیا۔ ہندوستان میں اچھوت کہلانے والی برادری تہذیبی، تمدنی، تعلیمی اور ثقافتی ہر اعتبار سے پچھڑی ہوئی تھی۔ ان کے لیے اونچی ذات والوں کے دلوں میں اس قدر نفرت تھی کہ پیاسا ہونے پر بھی وہ انھیں پانی تک دینے کے روادار نہیں تھے۔ اگر کسی کو بہت ترس آ گیا تو ان کے منہ میں دور سے پانی ٹپکا دیا کرتا۔ معاشرے سے علاحدگی کا یہ عالم تھا کہ بھینسوں کے بال تو حجام تراش سکتا تھا مگر اچھوتوں کے بال تراشنے پر اسے سخت اعتراض تھا۔ دھوبی ان کے کپڑے دھونے پر رضا مند نہیں ہوتے تھے۔ اسکول میں

ایسے بچوں کو کونے میں ٹاٹ کی پٹی پر بٹھا دیا جاتا اور یہ پٹی بھی وہ اپنے گھر سے خود ہی لاتے تھے۔ استاد ان کی کاپیوں کو چھوتے تک نہیں تھے۔ ایسا ماحول تھا جب امبیڈکر نے ذہنی انتشار کے ساتھ تعلیمی ماحول میں قدم رکھا۔

سیا جی راؤ کی مدد سے ۲۵ روپے ماہوار وظیفہ حاصل کرتے ہوئے انھوں نے بمبئی کے الفنسٹن کالج میں قدم رکھا۔ کہنے کو وہ ہاسٹل میں داخل ہو چکے تھے لیکن ذلت کے برتاؤ کا یہ عالم تھا کہ کوئی انھیں اپنے ہاتھ سے کھانا پانی تک دینے کو تیار نہ تھا۔ کیسی ذہنی اذیت کا دور رہا ہوگا۔ انھوں نے دو شادیاں کیں، پہلی شادی ۱۴ سال کی عمر میں نو سالہ رام بائی نامی لڑکی سے کی جس کا ۱۹۳۵ء میں انتقال ہو گیا۔ ۱۹۴۸ء میں ان کی دوسری شادی ڈاکٹر شاردا کبیر کے ساتھ ہوئی جو شریمتی سوتیا امبیڈکر کے نام سے مشہور ہوئیں۔ خانگی زندگی کو انھوں نے اپنے پیروں کی بیڑیاں نہیں ہونے دیا۔ تمام نفرتوں کے باوجود وہ انتہائی محنت اور لگن سے اپنی تعلیم کی تکمیل میں لگے رہے۔

۱۹۱۲ء میں انھوں نے بی۔اے۔ کی ڈگری حاصل کی۔ گریجویشن کرنے کے بعد وہ بڑودا اسٹیٹ میں لیفٹیننٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مہاراجہ بڑودا کی جانب سے حاصل ہونے والے وظیفہ کی بنیاد پر انھوں نے کولمبیا (امریکہ) کا سفر کیا۔ کولمبیا یونیورسٹی کے گائیکوارڈ اسکالر کی حیثیت سے ۴ جون ۱۹۱۴ء کو داخلہ لینے والے مہار ذات کے وہ پہلے طالب علم تھے۔ ۱۹۱۵ء میں ''قدیم ہندوستانی تجارت'' کے عنوان سے لکھے گئے تحقیقی مقالے پر انھیں ایم۔اے۔ کی ڈگری حاصل ہوئی۔

جون ۱۹۱۶ء میں ان کے تحقیقی مقالے بعنوان National Development for India Historical and Analytical Study پر انھیں ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری دی گئی۔ اس طرح کل کا نظر انداز کیا ہوا بچہ بھیم راؤ امبیڈکر اپنی محنت اور جانفشانی کے سبب آج کا ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر بن گیا۔

ڈاکٹر امبیڈکر کے اس تحقیقی مقالے نے بعد میں The Evolution of provincial finance in British India کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع ہو کر خراج تحسین وصول کیا۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ جس وقت امبیڈکر ہلٹن ینگ کمیشن کے مالیاتی مسائل پر بحث کر رہے تھے تو اس وقت وہاں موجود ہر ممبر کے ہاتھ میں یہ کتاب ریفرنس بک کے طور پر موجود تھی۔

امریکہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹر امبیڈکر ۱۹۱۶ء میں لندن گئے۔ وہاں رہ کر وہ قانون اور معاشیات کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہاں لندن اسکول آف اکنامس سے معاشیات میں ایم۔ایس۔سی کا پہلا سال مکمل کیا۔ وہاں سے انھوں سے بار ایٹ لا کی تعلیم مکمل کی اور ۱۹۲۳ء میں انھوں نے ڈی۔ایس۔سی۔ کی ڈگری بھی حاصل کی نیز مزید تعلیم کے لیے جرمنی کی بون یونیورسٹی بھی گئے لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے انھیں ہندوستان واپس آنا پڑا۔ بمبئی پہنچنے پر امبیڈکر الفنسٹن کالج کے پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد وہ ہندوستان کے آئین کا خاکہ تیار کرنے والی کمیٹی کے صدر منتخب کیے گئے۔ اس کام کی تکمیل کو سراہتے ہوئے کولمبیا یونیورسٹی نے ۵ جون ۱۹۵۲ء کو انھیں .LLD کی اعزازی ڈگری تفویض کی۔

ڈاکٹر امبیڈکر نے جس دور میں آنکھیں کھولیں اس وقت ہندوستان غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ انسانی حقوق اور شخصی آزادی پر پابندیاں عائد تھیں۔ انگریزی سامراج نے اپنی ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی پالیسی سے

ہندوستان کو خانوں میں بانٹ دیا تھا اگرچہ مذہبی پیشواؤں نے سماجی اصلاح کی کوشش کی لیکن سیاسی نقطۂ نظر سے وہ ہندوستان کو اتحاد کے دھاگے میں باندھنے میں ناکام رہے۔ انگریز حکمراں ذات پات کی تفریق اور مذہبی کٹرپن کا پوری طرح فائدہ اٹھاتے رہے۔ اسی بکھراؤ کے باعث ہندوستان کو کافی عرصہ تک انگریزوں کی غلامی اختیار کرنی پڑی۔

۱۹ویں صدی کے آخری برسوں میں ہندوستان کی قومی تحریک نے واضح شکل اختیار کر لی تھی۔ ۱۸۸۵ء میں کانگریس کا آزادی کا مطالبہ تاریخی واقعہ تھا۔ جس نے تحریک آزادی کو ایک نئی سمت عطا کی اور قومی ایکتا کو استحکام بخشنے میں ایک اہم رول ادا کیا۔ درحقیقت یہ ایسا دور تھا جب پہلی بار ہندوستانیوں نے ملک کے نظم و نسق میں دلچسپی لینی شروع کی۔ اسی دوران ایک ایسا بھی وقت آیا جب انگریز حکمراں ملک کے دستوری ڈھانچے میں کچھ تبدیلی لانے پر غور کرنے لگے۔

اس وقت ضرورت تھی کہ پسماندہ اقوام اپنے حقوق کے لیے لڑیں، لیکن اس قومی تحریک میں ہندوستان کے پسماندہ طبقے کی نمائندگی کی کمی تھی۔ اچھوت اس قومی دھارے سے بالکل الگ تھلگ تھے۔ پسماندہ طبقے میں سیاسی شعور کی بھی کمی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ سیاسی طاقتیں پسماندہ اقوام کی اہمیت سے بالکل بے نیاز تھیں۔ سیاسی سطح پر ان کا وجود غیر تسلیم شدہ تھا۔

ڈاکٹر امبیڈکر لندن سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب ہندوستان آئے تو اس وقت یورپ میں آزادی کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ملک میں بھی غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف تحریک عروج پر آرہی تھی۔ انھیں اپنی زندگی میں جس تفریق اور سماجی غلامی کا احساس ہوا اس نے ان کے آزادی کے تصور کو اور بھی مستحکم بنا دیا۔ اپنے غیر ملکی قیام کے دوران وہ مہذب سماج کی سیاسی بازیگری سے آشنا ہو چکے تھے۔ دوران تعلیم ان کا رابطہ اس وقت کے عظیم مفکروں اور قانون دانوں سے قائم ہوا۔ امریکہ میں نیگرو فرقہ کی غلامی کو ختم کرنے سے متعلق نظریے نے انھیں کافی متاثر کیا۔ جس کے نتیجے میں انسانی حقوق، مساوات اور آزادی کی طرف وہ اور متوجہ ہوئے۔ ہندوستان آتے ہی انھوں نے غیر منظّم پسماندہ سماج کو منظّم کیا۔

۱۹۱۸ء میں بمبئی کے لیڈنہم کالج میں بطور پروفیسر ان کا تقرر ہوا۔ جہاں انھیں چھوت چھات کا شکار ہونا پڑا۔ جنوری ۱۹۲۰ء میں انھوں نے ''موک نائک'' کے نام سے مراٹھی میں ایک اخبار نکالا۔ جس کے ذریعے دبے کچلے طبقے کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ ۱۹۳۰ء ان کے لیے سخت امتحان کا سال تھا۔ یہ ستیہ گرہ کا دور تھا جب انڈین نیشنل کانگریس اور گاندھی جی ہندوستان کی سیاسی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ اس وقت امبیڈکر اچھوتوں کی سماجی آزادی اور ان کے سیاسی حقوق کے لیے لڑ رہے تھے۔ وہ انگریزی سامراج اور مذہبی کٹرپن دونوں ہی کے زبردست مخالف تھے۔ وہ ایسی سماجی تنظیم کے روح رواں تھے جو انسان کی سیاسی اور سماجی برابری کی علمبردار تھی۔ چنانچہ پہلی گول میز کانفرنس میں جو ۱۹۳۰ء لندن میں منعقد ہوئی تھی اس میں انھوں نے اس طرح کہا تھا:

> ''جب ہم موجودہ صورت حال پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آگے بڑھنے کے بجائے ہم صرف وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا انگریز حکومت نے چھوت چھات کو ختم کرنے کے لیے کچھ کیا؟ انگریز حکومت سے پہلے ہم مندر میں نہیں جا سکتے تھے۔ کیا اب جا سکتے ہیں۔''

اپنے واضح خیالات کی بنا پر انھیں ملک کا باغی تک

قرار دیا گیا۔ وہ ان سب الزامات کی پروا کیے بغیر دبے کچلے طبقوں سے تعلق رکھنے والے کروڑوں لوگوں کو ان کے حقوق دلانے کے لیے لڑتے رہے۔ انھوں نے پسماندہ طبقوں کو للکارا کہ وہ منظّم ہوکر لڑتے رہیں۔ مذہبی کٹرپن اور سماجی عدم مساوات نے انھیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

آزادی کی تحریک اپنے عروج پر تھی، وہ دورغلامی کو ختم کرنے کے لیے لڑ رہے تھے۔ اسی دوران ہندوستان کے لیے آئین سازی کی ذمے داری ان کے کاندھے پر آ گئی۔ اس طرح انھیں اپنی زندگی کے نصب العین کو ایک شکل دینے کا موقع ملا۔ انھوں نے بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ ہندوستان کا آئین تیار کیا جس میں تمام اہل وطن کے لیے مساوات اور انصاف کا پورا پورا خیال رکھا۔ ان کا خیال تھا کہ جمہوری نظام کا خواب اس وقت تک ادھورا رہے گا جب تک سماجی اور معاشی جمہوریت کا قیام عمل میں نہیں آتا۔

بقول ڈاکٹر امبیڈکر:

''میں نے یہ عہد کیا ہے کہ میں انھی پسماندہ افراد کی خدمت کرتے ہوئے ان پر اپنی جان قربان کردوں گا، جن کے درمیان میں پیدا ہوا ہوں، میری پرورش و پرداخت ہوئی ہے اور میں رہ رہا ہوں۔''

یہاں مہاراجہ کولھاپور کے الفاظ میں ان کی وہ پیشین گوئی دہرائی جاسکتی ہے جو انھوں نے مان گاؤں میں ڈاکٹر امبیڈکر کے ضمن میں تقریر کرتے ہوئے ۱۹۱۹ء میں کی تھی:

''ہمارے لیے یہ بڑی خوش قسمتی کا موقع ہے کہ آج آپ کے سامنے امبیڈکر جیسا مضبوط اور مہذب، اچھوتوں کا محافظ موجود ہے۔ یہ ہندوستان کے اچھوتوں کو پہنائی گئی پسماندگی کی بیڑیوں سے انھیں آزاد کرانے کے ضمن میں ایک لیڈر کی حیثیت سے چمکے گا۔ مستقبل قریب میں یہ ستارہ لگاتار بلندیوں سے ہمکنار ہوکر اپنی آب وتاب میں خود ہی اضافہ کرے گا۔''

(چھترپتی ساہو جی مہاراج، کولھاپور، ۱۹۱۹ء)

مختصر یہ کہ ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنی پوری زندگی دبے کچلے اور پسماندہ طبقوں کو ان کے حقوق دلانے، مذہبی کٹرپن دور کرنے کے لیے وقف کردی۔ درحقیقت وہ ہندوستان کے پسماندہ طبقوں کے مصلح، مسیحا اور ایک سچے قوم پرست تھے۔ وہ سیاسی آزادی اور سماجی مساوات کے مابین ایک مستحکم رشتے کے قائل تھے۔ ان کے افکار وخیالات جمہوری نظام کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اعلیٰ ذات کے لوگوں سے التماس کیا کہ اچھوتوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک نہ کریں۔ عدم مساوات کا رویہ چھوڑ کر ان کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے۔ انھوں نے خود اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور دوسروں کو بھی تعلیم کی ضرورت کا احساس دلایا۔ جو کام بڑے بڑے سادھو سنت نہ کر سکے ڈاکٹر امبیڈکر نے اسے کر دکھایا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ہندوستان کا دستور بھی ایسے شخص نے تیار کیا جس کی ذات کو اچھوت کہہ کر معتوب کیا جاتا رہا۔ انھوں نے ہندوستان کا دستور لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ کوئی بھی شخص ذات سے بڑا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا کردار اور کارنامے ہی اس کو بڑا بناتے ہیں۔

آج کے بدلے ہوئے حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ڈاکٹر امبیڈکر کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں اور ہندوستان کو خوش حال، متحد اور طاقتور بنانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں۔ یہی ان کو ہمارا سچا اور صحیح خراج عقیدت ہوگا۔

○○